نقوش کے مکاتیب نمبر میں شعر نویسی کی روایت

Convention of Verse Writing in Naqoosh Makateeb Number

سلمیٰ

ریسرچ سکالر قرطبہ یونیورسٹی پشاور

ڈاکٹر ستار خان ختک

قرطبہ یونیورسٹی پشاور

ڈاکٹر محمد یوسف

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی مظفر آباد

Abstract:

Maktoobat is a significant part of Urdu literature. At times, Maktoob writer cannot explain his purpose in simple prose. Therefore, he uses a couplet to satisfy his objective. In our continent, Persian was popular during 19th century. These are Persian versus along with Urdu in our Maktoob writers works. This research paper has selected those makateeb from Naqoosh number which include versus. Mirza Ghalib has dedicated one Maktoob to Nawab Amin udin Khan Bahadur wali Loharo. There are 5 Makateeb by Muhammad Hussain Azaad in Makateeb No of Naqoosh. Among the most popular are: 14 Makateeb by renowed Urdu poet Amir Menai, 01 Maktoob by Maulana Altaf Hussain dedicated to Nawab Syed Ali Hasan, 23 Makateeb by Nawab Mohsen-un-Mulk, 2 Makateeb by Jalal Lakhnawi, 44 by Alama Shibli Naumani, 10 by Shaad Azim Abadi , 5 by Syed Ahmad Dehlvi and 49 Makateeb by Alama Iqbal. All these Makateeb are outstanding examples of Urdu poetry and prose.

Key words:

Maktoobat, Urdu Literature, 19 century, Urdu Maktoob, Naqoosh number.

مکتوب نگاری اُردو کی نثری ادب کی ایک اہم صفت ہے۔ جیسا کہ اُردو میں ہماری اکثر و بیشتر ادبی اِصطلاحات بذریعہ فارسی و عربی سے آتی ہیں اور ان سب کے لیے عربی نام اِستعمال کیے جاتے ہیں اِسی طرح مکتوب یاخط کا لفظ بھی عربی زبان کا لفظ ہے۔ اُردو میں ہم کاتب، مکتوب الیہ اور خط وکتابت کالفظِ ستعمال کرتے ہیں۔ ہر دور میں خط یامکتوب پیغام رسانی کا ایک اہم ذریعہ رہاہے۔ جبکہ دورِ حاضر میں ٹیلیفون اور موبائیل نے مکتوب نویسی کے رواج کو بڑی حد تک متاثر کیاہے۔ مگر پھر بھی مکتوب نویسی کا سلسلہ زور شور سے جاری ہے۔ مکتوب کا سب سے پہلا تصور قرآن پاک نے محفوظ کیاہے۔ یہ خط حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کے نام لکھا تھا۔

" قرآن قَالَت یٰاَیُّھَاالملؤا انی اُلقِیَ اِلَّی کِتٰب کریم وانَّہ من سلیمٰن وانَّہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ان لا تقلوٰ عَلَّیَ واتولی مسلمین" 1

اِس خط میں اختصار بھی ہے۔ اِس خط میں جامعیت، قطعیت اور فصاحت وبلاغت بدرجہ اتم موجود ہے۔ اِس خط کا اپنا ایک پر شکوہ اسلوب ہے اس مکتوب کا اعجاز ادبیاتِ قرآن کا ایک نادر نمونہ ہے مکتوب کے الفاظ شیرین اور لطیف ہیں اور اِس مکتوب کا قاصد ہد ہد پرندہ تھا۔

اِسی طرح حضور ﷺ کے مکاتیب کے بہترین نمونے احادیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے یہ مکاتیب بھی سادگی، ایجازواختصار اور بے ساختگی کے مرقع ہیں۔ اسلوب انتہائی سادہ عام فہم اور دلنشین ہے۔ گویا مسلمانوں نے خط وکتابت کا تصور قرآن وسنت سے اخذ کیاہے۔ عربی میں مکتوب کو نصف الملاقات کہا گیاہے۔ گویاجہاں آمنے سامنے ملاقات مشکل ہو وہاں ملاقات بذریعہ مکتوب کی جاتی ہے۔

انگریزی زبان کی تاریخ میں مکتوب نگاری کا آغاز پندرھویں صدی سے ہوتاہے۔ روم ویونان میں بھی مکتوب نگاری کا فن عروج پر رہاہے۔ اُردو میں بھی مکتوب نگاروں نے مکتوبات کے ذخائر میں بیش بہااضافے کیے ہیں۔ یہ مکتوبات اُردو نثر کے بہترین نمونے ہیں مکتوبات کے حوالے سے مرزاغالب ایک جانا پہچانانام ہے۔ بیشتر لوگوں کا خیال ہے کہ اُردو میں مکتوب نگاری کی ابتداء غالب سے ہوئی۔ لیکن یہ خیال اِس لیے درست نہیں کہ غالب سے پہلے رجب علی بیگ سرور نے مکتوبات لکھے اور شائع کیے ہاں یہ بات درست ہے کہ غالب نے تکلف سے اجتناب کرتے ہوئے دوٹوک انداز میں اپنی بات کہنے کو رواج دیا۔ بیشتر مکتوبات کا

تعلق چونکہ نجی زندگی سے ہوتا ہے اِس لیے مکتوب نگار عام طور پر بے تکلف ہوتا ہے مکتوبات مکتوب نگار کی شخصیت اور سیرت کے حقیقی آئینہ دار ہوتے ہیں۔

مکتوبات کی بہت ساری قسمیں ہیں۔ مکاتیب کی اہمیت کئی حوالوں سے ہیں۔ تاریخی، مذہبی، سوانحی اور ادبی لحاظ سے مکتوب نگاری ادب کا ایک بڑا اہم شعبہ ہے اور نثر کے ارتقاء میں مکتوبات کا بڑا اہم کردار رہا ہے۔ مکتوب کئی قسم کے ہوتے ہیں مثلاََ مذہبی، سیاسی ،علمی، دفتری، تجارتی اور اِطلاعاتی وغیرہ ادب میں صرف نجی خطوط کو اہمیت حاصل ہے جن میں مکتوب نگار کی پوری ذات کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ مکتوبات کے ضمن میں ڈاکٹر محمد عمر رضا لکھتے ہیں:

"دُور دراز کے فاصلے سے جب ایک انسان خط کے ذریعے دوسرے انسان سے مخاطب ہوتا ہے تو اس کی باتیں انسانی دردمندی میں تب کر خاص شکل وشباہت اختیار کر لیتی ہے ایسے نجی خطوط میں پر اسراریت، اپنائیت اور سرگوشی کی کیفیت حاوی ہوتی ہے جو قارئین کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہے۔ ذاتی اور شخصی ہونے کے باعث مکتوب نگار اپنے خطوط میں اپنے معاصرین کا بڑی بے تکلفی سے ذکر کرتے ہیں مزید اپنے عہد کی سیاسی، سماجی، تاریخی اور تہذیبی صورتحال پر بڑی بے باکی سے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خطوط کسی بھی فردِ واحد کی یا اس کے معاصرین کی سوانح عمری یا پھر اس خاص عہد کی تاریخ مرتب کرنے میں بہت مددگار ثابت ہوتے ہیں جس کی دستاویزی حیثیت مسلم ہے۔"2ے

مکتوبات تو ویسے بھی ادب کا اہم حصہ ہے بعض اوقات نثری جملوں میں مکتوب نگار اپنا پورا مدعا بیان نہیں کرسکتا ہے اس لیے وہ کسی شعر کا سہارا لیتا ہے۔ بعض اوقات مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے درمیان استاد اور شاگرد کا رشتہ ہوتا ہے تو اِصلاح کے سلسلے میں اشعار زیر بحث آتے ہیں۔ ہمارے ہاں انیسویں صدی تک فارسی کی چلن عام تھی۔ ہمارے مشاہیر کے مکتوبات میں اردو کے ساتھ ساتھ فارسی کے اشعار بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ نقوش کے مکاتیب نمبر سے ایسے مکاتیب کا انتخاب کیا جاتا ہے جن میں اشعار درج کیے گئے ہیں۔

مرزا غالب کا ایک مکتوب نواب امین الدین خان بہادر والی لوہارو کے نام ہے یہ مکتوب 3 مارچ 1847 کو لکھا گیا ہے۔

خط کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے ان سے غزل مانگی تھی ان کی فرمائش کی تعمیل کرتے ہوئے نو اشعار کی وہ غزل لکھ بھیجی ہے جس کا مقطع ہے۔

پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسد ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں 3

اِس کے بعد غالب نے اپنا ایک فارسی شعر درج کیا ہے۔

گمان زیست بود بر منت زبید ردے بدست مرگ ولے بدتر از گمان تو پنسدت

اِس کے بعد اسی خط میں غالب نے اپنی دو فارسی غزلیں درج کی ہیں پہلی غزل چھ اشعار اور دوسری آٹھ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد اس خط میں اردو کے دو غزلیں درج کی ہیں۔ پہلی غزل سات اور دوسری غزل میں چھ اشعار ہیں۔ غالب نے محبوب کی لاپروائی اور بے اعتنائی کا ذکر کیا ہے کہ میرے رونے اور آہ وزاری کا محبوب پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ پہلی غزل وہ مشہور غزل ہے جس کا مطلع ہے۔

کوئی امید بر نہیں آتی۔ کوئی صورت نظر نہیں آتی

دوسری غزل کا مطلع اور مقطع درج کیا جاتا ہے۔

نکتہ چیں ہے غمِ دل اس کو سنائے نہ بنے، کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے 5

یہ تمام اشعار غالب نے علاؤالدین خان کے والد کی فرمائش پر بھیجے ہیں غالب کے اِسی خط میں خلاف معمول تاریخ کا اندراج نہیں ہے دراصل یہ غزلیں فرمائش پر لکھی گئی تھیں تاکہ گانے کے لیے قوال کو دیا جاسکے۔ اِس خط سے غالب کے شعری ذوق اور قوت حافظہ اور وسیع مطالعے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

نقوش کے مکاتیب نمبر میں محمد حسین آزاد کے پانچ مکاتیب ہیں ایک مکتوب محمد نوح رضوی مچھلی شہری کے نام ہے تین مکاتیب میجر حسن حیدر آباد کے نام ہیں اور ایک مکتوب بنام نامعلوم ہیں۔ میجر سید حسن بلگرامی امر تسر میں رہائش پذیر تھے میجر حسن کو مصائب برداشت کرنے کی تلقین کرتے ہوئے میر تقی میر کا یہ شعر درج کیا ہے۔

تجھے پھر کونسی مشکل ہے اے میر۔ اگر تیرا علی شکل کشا ہے6

نقوش کے مکاتیب نمبر میں اردو کے مشہور شاعر امیر مینائی کے چودہ مکاتیب ہیں۔ ان میں سے اکثر مکاتیب دل شاہجہان پوری کے نام ہیں۔ ایک مکتوب داغ دہلوی کے نام ہے اور ایک مکتوب رازرامپوری کے نام ہے۔ اور ایک مکتوب ترمذی خیر آبادی کے نام ہے اِس مکتوب میں ایک فارسی قطعہ تاریخ درج ہیں۔

خُنت کربانو بخاک و کنخد اشد سینہ چاک۔ طالعش در گردش از دور نحوم آمد کنوں

سالِ مرگ از نام آں مرحومہ پیدا کرد امیر۔ دردریاضِ فاطمہ بادِ سموم آمد کنوں

اندریں ماتم سرا نادیدہ چشم روز گار - ماتم زینساں کہ از دور نجوم آمد کنوں7

دل شاہجہان پوری کے نام مکتوب میں اُن کا ایک اردو شعر یوں درج ہے:۔

دلِ صدِ چاک میں دیکھا رخ روشن رکھا۔ ہم نے نظارہ کیا ڈال کے چلمن ان کا8

رازرامپوری کے نام ایک خط میں رُباعی قلمبند کی ہے۔ رازامپوری بھوپال میں مقیم تھے۔ امیر مینائی نے بیگم صاحبہ بھوپال کی مدح میں ایک قصیدہ تحریر کیا تھا بیگم صاحبہ کو قصیدہ تو پسند آیا مگر قحط سالی کی وجہ سے خزانہ خالی ہونے کا جواز پیش کر کے کوئی صلہ نہیں دیا۔ رباعی درج کی جاتی ہے:

کب ہے یہ خدائی کارخانہ خالی - حاتم سے نہیں کوئی زمانہ خالی

معمور ہے گنجینہ دل ہمت سے - ممکن ہی نہ ہی کہ ہو خزانہ خالی9

ایک دفعہ رازرامپوری سے لکڑی کے چھوٹے ٹکڑے اور اُپلے بھیجنے کی فرمائش کی تھی جب تعمیل ارشاد میں تاخیر ہوئی تو 12 دسمبر 1897ء کے ایک مکتوب میں یہ شعر لکھ کر بھیجا۔

نہیں کچھ تانبے کو دست و پا سردی سے اولے ہیں نہ کھودا ہے نہ کنڈے ہیں نہ سینٹھے ہیں نہ کولے ہیں10

دل شاہجہانپوری نے ایک دفعہ شکر کی تھیلی بھیجی تھی۔ ایک مکتوب اِس شعر کے ذریعے اعتراف ممنونیت کرتے ہیں۔

ازدست امیر بے نواناآید ہیچ — جُز انک بصدق دل دعائے بکند 11؎

مولانا الطاف حسین کا ایک مکتوب نواب سید علی حسن کے نام ہیں۔ جس میں یہ فارسی شعر موجود ہے مکتوب پانی پت سے 10 مارچ 1899 کو لکھا گیا ہے۔

حاجب کند از طربِ فراموش — خوانی چو بسوئے خود گدارا 12؎

الطاف حسین حالی نے جہاں بہت سے موضوعات کا احاطہ کیا ہے وہیں اپنے فن کو بھی تسلیم کروایا ہے۔ انھوں نے بھاری بھر کم الفاظ کا استعمال کم کیا ہے۔ یہی اُن کی انفرادیت ہے۔ سچا اور سادہ انداز تحریر قاری کو متاثر کرتا ہے۔

نقوش کے مکاتیب نمبر میں نواب محسن الملک کے 23 مکاتیب شامل ہیں ان میں سے 4 جولائی 1906ء کے ایک مکتوب میں نواب افسر الدولہ کے نام ایک فارسی مصرع تحریر ہے کہ

خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند 13؎

مولوی بشیر الدین کے نام علی گڑھ سے ایک مکتوب میں ان کو رامپور کانفرنس میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں اور تاکید کے لیے ایک فارسی رباعی تحریر کی ہے۔

اے یار بیا بخانہ ما — بیگانہ مشو یگانہ ما

ترسم کہ شوی زخواب بیدار — گر گوش کنی فسانہ ما 14؎

اِن مکاتیب کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے قومی رہنما کس قسم کا ادبی ذوق رکھتے تھے۔ فارسی فہمی کا شوق عام تھا۔ یہ لوگ ہماری قومی زبان وادب کے معمار تھے۔

مکاتیب کے خصوصی نمبر میں جلال لکھنوکے دو مکاتیب شامل ہیں ایک خط وقار الملک کے نام ہے دوسرا مکتوب شاہ زین الدین کے نام ہے غالباً یہ مکتوب 25 فروری 1890ء کو لکھا گیا ہے۔ شاہ زین الدین نے اِصلاح کے لیے اُن کو ایک غزل بھیجی تھی۔ جلال لکھنوی بعد از اصلاح وہ غزل رام پور سے مکتوب کے آخر میں لکھ کر واپس بھیج رہے ہیں اِصلاح شدہ غزل کہ کچھ اشعار درج ذیل ہے:

ہجر کا خوف نہیں پاس ہیں پہلو میں حبیب سنتے ہیں اس کی جگہ ہے رگِ جان سے بھی قریب

اس شاہِ حسن تک اپنی ہے رسائی مشکل جس کے دروازے پہ لاکھوں ہوں نگہبان رقیب

لو خبر جلد خدا کے لیے نکلو باہر بیٹھا دروازے پہ مدت سے ہے سجادہ غریب

شبِ دیجور سے دل میرا بہت ڈرتا ہے۔ یاالٰہی نہ دکھا مجھ کو تو یہ شکل مہیب 15؎

نقوش مکاتیب نمبر میں علامہ شبلی نعمانی کے 44 مکتوبات شامل ہیں۔ یہ سب غیر مطبوعہ مکاتیب ہیں جو مطبوعہ مکاتیب شبلی میں شامل نہیں ہیں ان میں سے اکثر مکاتیب مولانا حبیب الرحمنٰ شروانی یا مفتی شیر علی صاحب کے نام ہیں۔ شبلی نعمانی کی شاعری میں نصیحتیں بھی ہیں اور آپ کی شاعری میں اخلاقی اقدار کی بہت اہمیت ہے آپ کا اپنا تعلق بھی اس خاندان سے ہے جو اقدار پر ڈٹ جانے والے لوگ تھیں۔ شبلی نعمانی اپنے عہد کی تصویر کشی بھی کرتے ہیں۔ اس بارے میں فرزانہ سید لکھتی ہے:

"شبلی کے عہد کی شاعری کو جو ماحول ملتا ہے۔ وہ حالی کی شاعری کا ماحول ہے لیکن شبلی اپنا آہنگ جدا رکھتے ہیں اپنے اسلوب بیان کی پختگی، سنجیدگی اور متانت سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں وہ شاعری کو محرک اور زندہ بنانے کے لیے اس میں جوش و جذبے کی آبیاری کرتے ہیں۔"16؎

نواب علی حسن خان کے نام 4 ستمبر 1904 کو مندرجہ ذیل فارسی غزل لکھی ہے۔

نثار بمبئی کن ہر متاعِ کہنہ و نورا ۔ طراز مسندِ جمشید و فر تاجِ خسرو را

اور آخر میں مقطع:

بیا شبلی بہ یاد پنجہ گہرائے مثر گانش دگر رہ پاراں گردان ایں قبائے زید صد تورا16؎

نواب سید علی حسن خان کے دوسرے مکتوب میں پانچ اشعار پر مشتمل فارسی غزل کے دو اشعار ملاخظہ ہو۔

ساغر زندگیم حیف کہ جز درد نداشت جز ہمیں جرعہ ء آخر کہ یا پایاں زدہ ام

نے توانے برد کہ ایں زمزمہ نے چیزے نیست شبلی ایں تازہ نوا ہانہ چو مستاں زدہ ام 17؎

اِسی مکتوب میں سات اشعار پر مشتمل ایک دوسری فارسی غزل ہے جس کا مقطع درج ذیل ہے۔

دامن عیش زدستم نہ رود تا شبلی　　دامن بمبئی از کف کرنہ دہم تا باشم18ے

مولانا شبلی جتنے شعر کہتے تھے نواب سید علی حسن خان کو بھیجتے تھے۔ نقوش کے مکاتیب نمبر میں اکبر آلہ آبادی کے پندرہ مکاتیب ہیں۔ می محمد دین فوق کے نام ایک مکتوب میں یہ شعر درج ہے۔

پڑ گئے گیسوئے اوہام تبان کے پھندے　　پابہ زنجیر ہے اکبر کا قلم آج کے دن19ے

بشیر الدین کے نام ایک مکتوب میں یہ شعر درج ہے۔

صدیوں فلاسفی کی چناں وچنیں رہی　　لیکن جدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی20

نقوش کے مکاتیب نمبر میں شاد عظیم آبادی کے دس مکاتیب ہیں۔ پروفیسر محمد مسلم علیگڑھ کے نام خط میں دو اشعار ملے ہیں۔ ایک اردو دوسرا فارسی شعر:

بدن سے روح چلی شاد سوئے کوچہ یار　　جوابِ خط کا بھلا اس کو انتظار کہاں21ے

مکاتیب نمبر میں منشی حیات بخش رسا کے 17 مکاتیب شامل ہیں یہ سارے مکاتیب احسن مارہروی کے نام ہیں۔

حیات بخش رسا دربار رامپور کے مصاحب اور وکیل تھے۔ شاعری کا شغل کرتے تھے جو بھی کلام لکھتے تھے۔ سادگی اور سلاست ان کے کلام کی بنیادی صفات ہیں۔ واردات قلبی کو روداد اور جذبوں کی سچائی کو تشبیہوں اور استعاروں کی مدد سے خوبصورتی سے وہ اپنے اشعار میں ڈھالتے ہیں۔ بغرض اِصلاح احسن مارہروی کو بھیجتے تھے 17 اپریل 1908ء کو لکھے گئے خط میں مندرجہ ذیل غزل بھی درج ہے۔ غزل پندرہ اشعار پر مشتمل ہے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

مفت بھی دل نہیں لیتا کوئی بازاروں میں　　ایک تمہیں تم نظر آتے ہو خریداروں میں

کسی بے درد نے کیا پیار کیا ہے تم کو　　پڑ گئے نیل جو یوں پھول سے رخساروں میں

اے رسا رشک سے ہے اہل سخا کا دم بند　　میرے آقا کی وہ سرکار ہے سرکاروں میں22ے

ایک اور مکتوب میں احسن مارہروی کو غزل برائے اِشاعت بھیجی ہے یہ غزل گیارہ اشعار پر مشتمل ہے۔ بڑی خوبصورت غزل ہے۔ دو اشعار ملاحظہ ہو۔

جانے کی جو ضد ہے تو مجھے زہر دے جا – اتنا تو کہا مان لے اتنا تو کیے جا

کہتا ہے کسی شوخ کا مجھ سے یہ لڑکپن – ارمان کیے جا ابھی ارمان کیے جا23ے

ایک اور طویل مکتوب میں مارہروی کو گیارہ اشعار پر مشتمل غزل برائے اصلاح بھیجی ہے۔ غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہو

خُم میکدے میں آکر واعظ نے پھوڑ ڈالے – بادکشوں کے گویا دل اس نے توڑ ڈالے

جوڑ تا نہیں کبھی دل جب کوئی توڑ ڈالے – ممکن نہیں کسی سے شیشے میں جوڑ ڈالے

مدت ہوئی رسا نے کر لی ہے مے سے توبہ – جام و سو تھے جتنے سب توڑ پھوڑ ڈالے24ے

حیات بخش رسا کے اشعار میں پایا جانے والا رومانی لمس بھی خیالات کی پاکیزگی اور بلند نگاہی پر دلالت کر تا ہے۔ ان کے اشعار میں روانی اور شائستگی ہے اور یہ روانی اور بے ساختگی عموماً سطحی نہیں ہے۔ شعر ملاحظہ ہوں۔

رشک مسیح آپ بھی مشہور ہو گئے اچھا کیا کہ آپ نے اچھا کہا مجھے 25ے

سید احمد دہلوی کے پانچ مکاتیب اِس خصوصی شمارے میں شامل ہیں۔ فرہنگ آصفیہ کے مرتب کی حیثیت سے سید احمد دہلوی اردو کے محسنوں میں شمار ہوتے ہیں۔ مدار المہام نظام دکن کے نام ایک مکتوب میں اپنی مالی پریشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے اِس طویل مکتوب میں یہ دو شعر درج کیے ہیں۔ جو سہل ممتنع کی تعریف پر پورے اترتے ہیں اور بڑی بات کر جاتے ہیں معنی اور مفاہیم سادگی سے ادا کرتے ہیں۔

بسکہ لیتا ہوں ہر مہینے – اور رہتی ہے سود کی تکرار

میری امداد میں تہائی کا – ہو گیا ہے شریک ساہو گا26ے

مولوی حبیب الرحمٰن شیروانی کے نام ایک مکتوب میں دو اشعار لکھے ہیں۔ ایک دعوت کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

نہ وہ دعوت کہ جس میں ہو رنگ رس یک رکابی طعام و دیگر بس 27ے

اِسی خط میں آگے پیسوں کی کمی کی شکایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بے زر مردم کار نیاید - زرمی باید زرمی باید 28ے

یہ طویل مکتوب 14 جولائی 1916ء کو لکھا گیا ہے

"ریاض خیر آبادی 1853ھ میں ضلع ہستاپور اودھ میں پیدا ہوئے۔ بقول بوالہیث صدیقی لکھنو اسکول کے باقیات الصالحات میں ریاضی ایک خاص رنگ کے مالک ہیں۔"29ے

احسن مارہروی کے نام ایک مکتوب مرقومہ 7 نومبر 1890ء میں لکھتے ہیں۔

میں جانتا ہوں زر طلبی کو کمال عیب دینار داغ ہے مرے دستِ سوال کا

یاد ہوں گی تجھے گلشن کی بہاریں گلچین پنکھڑی ٹوٹتی تو شورِ عنادا30ے

مرقومہ 15 ستمبر 1933ء کو مرقومہ مکتوب میں دل شاہجہان پوری کو مندرجہ ذیل اشعار اور مصرعے لکھے ہیں۔

کچھ زہر نہ تھی شراب انگور - کیا چیز حرام ہو گئی ہے

کچھ اپنے حال کا مجھے احساس ہی نہیں -یہ میں ہوں پیرہن میں کہ مُردہ کفن میں ہے 31ے

14 فروری رئیس اعظم گورکھپور کے نام ایک مکتوب میں پہلے مہارراجہ محمد علی خان ساغر کا شعر لکھا ہے۔

جو آج پی ہو تو ساقی حرام شے پی ہو - یہ کل کی پی ہوئی مئے کا خمار باقی ہے

اِسی زمین میں اپنی غزل لکھ کر بھیجی ہے جس کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے۔

یونہی سی آرزوئے وصل یار باقی ہے - ذرا سی مجھ میں ابھی جان زار باقی ہے

نہ شیشے کی وہ پری ہے نہ وہ شباب ریاض　　　　نہ سبزہ زار نہ وہ لالہ زار باقی ہے۔32؎

شیخ غلام قادر گرامی حیدرآباد میں ملازم تھے۔ اُنہوں نے رخصت لی تھی اور اپنے وطن جالندھر جانا چاہتے تھے مگر پنجاب میں طاعون پھیلنے کی وجہ سے نہ جا سکے۔ پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی کے نام خط میں فارسی اشعار لکھے ہیں کیفی کشمیر کے فارن سیکرٹری تھے۔

کاہلی کت شکند استخواں　　　–　　　نشکی اش ہیچ زہے ناتواں33؎

امداد امام نے 24 اگست 1919ء کے ایک مکتوب مراد آباد صوبہ بہار سے منشی محمد دین فوق کے نام گیارہ اشعار پر مشتمل ایک قطعہ بند غزل بھیجی ہے بڑی خوبصورت غزل ہے۔ ایک دو شعر درج ہے۔

اپنی آنکھوں میں کُھبے خود درخ زیبا ہو کر　　　　آپ کو دیکھتے ہیں آپ تماشا ہو کر

ایک جانب سے محبت نہیں پاتی انجام　　　　میں ترا ہو کے رہوں تو رہے میرا ہو کر34؎

سید علی حیدر نظم طباطبائی نے ایک مکتوب صفریٰ ہمایوں مرزا کے نام لکھا ہے صفریٰ حیدرآباد کے ایک ایرانی نژاد خاندان کی تعلیم یافتہ خاتون تھی اور طباطبائی کی چہیتی اور لائق شاگرد تھی۔ ان کے نام مکتوب میں خوبصورت دس اشعار پر مشتمل نظم سے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

لکھا صفرای ہمایون مرزا نے　　　–　　　بہت تفصیل سے کشمیر کا حال

یہی کشمیر کا جغرافیہ ہے　　　–　　　یہی کشمیر کے تاریخی احوال

غرض ہے کشمیر سارا　　　–　　　رُخِ ہندوستان پر خوش نما خال35؎

مکاتیب نمبر میں علامہ اقبال کے 49 مکاتیب ہیں۔ میر خورشید احمد کے نام ایک مکتوب میں اپنی مشہور پوری غزل درج کی ہے ابھی بانگ درا شائع نہیں ہوا تھا میر خورشید احمد نے ایک غزل بھیجنے کی سفارش کی تھی میر خورشید احمد حکومت ہند کے فارن اینڈ پولیٹکل ڈیپارٹمنٹ میں ملازم تھے۔ میر خورشید احمد کے نام ایک مکتوب میں ایک عربی کا شعر بمعہ ترجمہ درج ہے۔ ایک مکتوب میں فارسی کا شعر لکھا ہے وہ شعر انورِ بخیودی میں موجود ہے۔

اے بصیری رارد ابخشندہ - بربط سلمٰی مرانخ چندہے36؎

محمد علی جوہر کے کلام میں زندگی کے آرام کا بیان تو موجود ہے مگر ان میں ماتم نہیں ہے زندگی کی ناآسودگی، دکھ، کرب کے باوجود ان کے کلام میں زندہ دلی اور حرارت کی کمی نہیں ملتی۔ ان کے ہاں قنوطیت نہیں بلکہ رجائیت نظر آتی ہے۔ جوہر صاحب کی غزل میں تفکر، حوصلہ مندی اور رجائیت بار بار اپنا عکس دکھاتی ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ کیجیے۔

محروم ہوں مجبور ہوں بے تاب وتواں ہوں مخصوص تیرے غم کا فضا میرے لیے ہے

تقوے کے بعد خوف کہاں حزن پھر کہاں عالم ہی ایک جدا ہے وہ رنج و محن کہاں

انعام کا عقبیٰ کے تو کیا پوچھنا لیکن - دنیا میں بھی ایمان کا صلہ میرے لیے ہے37؎

مولانا شوکت علی کے نام ایک دوسرے مکتوب میں یہ شعر درج ہے۔

جاتا ہوں تھوڑی دور ہر ایک راہر کے ساتھ پہچانتا ہیں تو ابھی راہبر کو میں38؎

قمر صاحب کے نام ایک مکتوب میں غالب کا یہ شعر لکھا ہے

عورت ان کی ہے جو لیں مر کے وہیں دفن ہوئے زندگی ان کی جو اِس کوچے سے
گھائل آئے39؎

محمد علی جوہر اپنے مکاتیب میں تاریخ اور جگہ کا نام شاذ ہی لکھتے ہیں۔

سر کشن پرشاد کے مکاتیب میں اشعار کی جھلک زیادہ نمایاں ہے۔ عماد الملک کے نام ایک مکتوب حیدر آباد سے 31 جنوری 1917ء کے ایک مکتوب میں شعر لکھا ہے۔

کیونکہ نبھے جہاں میں پیر و جواں کا ساتھ - پیر و جواں کا ساتھ تیر و کمال کا ساتھ

نصیر حسین خیال کے نام 10 مئی 1920ء کے ایک مکتوب میں مندرجہ ذیل دو فارسی اشعار لکھے ہیں۔

دیدہ احباب و دل ہمراہ نست - تو نہ بنداری کہ بے ماہی روی

بسفر رفتنت مبارکباد - بسلامت روی وباز آئی ہے40

خواجہ عشرت لکھنوی کے مکاتیب میں اشعار بڑی تعداد میں موجود ہے۔ ہر شاعر نے اپنی شاعری میں دُنیا کی ناقابل فراموش حقیقت فلسفہ زندگی اور موت کو اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔ خواجہ صاحب زندگی کو کھیل تماشا سمجھتے ہیں اور انھیں یہ مکمل یقین ہے کہ یہ چند دنوں کی زندگی خاتمے کے لیے بنائی گئی ہے۔ جو آج ہے تو کل نہیں ہے لہذا یہاں پکے گھر بنا کر ڈیرے نہیں لگانے چاہیے۔ حضورؐ سے ان کا تعلق بھی والہانہ ہے۔ احسن مارہروی کے نام لکھنو سے 14 نومبر 1910ء کے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

جھاڑ تا کیوں ہے اگر بھر گئی پوشاک میں خاک - غافل ایک دن تجھے سونا ہے اِسی خاک میں خاک

ہے یہ در گاہِ الٰہی میں دعا عشرت کی - جا کے ہو روضہ پاک نشہ لولاک میں خاک

روح نکلے گئ جو ساقی تیرے ترسانے سے - سیدھی جنت کو چلی جائیگی مے خانے سے 41

سائل دہلوی کے مکاتیب میں اشعار کی جھلک نمایاں ہیں۔ 4 دسمبر 1938ء کے ایک مکتوب میں سید دل محمد فضا کے نام مندرجہ ذیل اشعار لکھے گئے ہیں۔

سیاہ رنگ تھا از بس کہ تیز موٹر تھی۔ سواری کوئی نہ پہنچانی میں نے اندر کی

اپیل کر لیا منظور اگر عدالت لے - تو سمجھ کھایا ہے پلٹا تمہاری قسمت نے 42

صفی لکھنوی کا مکتوب 20 ستمبر 1933ء بنام دل شاہجہان پوری میں شعر ملاحظہ کیجیے۔

از نغمہ دل صفی دلم شد پُر کیف - بر دل ریزد ہر آنچہ از دل خیزد 43

نصیر خان خیال عظیم آبادی کے مکاتیب میں اشعار وافر مقدار میں موجود ہے۔

عمارات عالی کا ہو وصف کیا - نہیں اپنا اِدراک اتنا رسا

نظر کیجئے جس پر سو تصویر ہے - عجب رنگ سے طرز تعمیر ہے 44

خلاصہ کلام یہ کہ ہمارے ادبی اسلاف اعلیٰ ادبی ذوق اور وسیع مطالعہ رکھتے تھے۔ فارسی دانی عام تھی۔ یہ مکاتیب اردو شعر و نثر کے اعلیٰ نمونے ہیں۔

حوالہ جات

1۔ قرآن مجید پارہ انیس، سورہ النحل آیت 29 تا 31

2۔ ڈاکٹر محمد عمر رضا، اُردو میں سوانحی ادب فن اور روایت، فکشن ہاؤس لاہور 2012، ص60

3۔ مرتب محمد طفیل، نقوش مکاتیب نمبر جلد اول، ادارہ فروغ اردو ایبک روڈ انارکلی لاہور نومبر 1957ء، ص106

5۔ ایضاً، ص109

6۔ ایضاً، ص122

7۔ ایضاً، ص124

8۔ ایضاً، ص124

9۔ ایضاً، ص127

10۔ ایضاً، ص127

11۔ ایضاً، ص129

12۔ ایضاً، ص141

13۔ ایضاً، ص158

14۔ ایضاً، ص147

15۔ ایضاً، ص181

16۔فرزانہ سید، نقوش ادب،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور1989،ص327

17۔ایضاً،ص188

18۔ایضاً،ص197

19۔ایضاً،ص198

20۔ایضاً،ص201

21۔ایضاً،ص203

22۔ایضاً،ص211

23۔ایضاً،ص229

24۔ایضاً،ص433

25۔ایضاً،ص235

26۔ایضاً،ص236

27۔ایضاً،ص23

28۔ایضاً،ص241

29۔ایضاً،ص243

30۔ممتاز منگلوری، سوغات مکتبہ خیابان ادب لاہور1967،ص5

31۔ایضاً،ص245

32۔ایضاً،ص25

33۔ ایضاً، ص253

34۔ ایضاً،258

35۔ ایضاً، ص26

36۔ ایضاً، ص305

37۔ ایضاً، ص329

38۔ ایضاً، ص357

39۔ ایضاً، ص359

40۔ ایضاً، ص372

41۔ ایضاً، ص382

42۔ ایضاً، ص398

43۔ ایضاً، ص420

44۔ ایضاً، ص472